خریدۃ القصر وجریدۃ العصر

ایک مختصر تعارف

از جناب طارق مختار ایم اے، ایم فل (علیگ)

اس کتاب کے مصنف ابو عبداللہ عماد الدین محمد ہیں جو عماد الاصفہانی الکاتب[1] کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ اصفہان میں ۵۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اصفہان مصنف کے زمانے میں خلافت عباسیہ کے دائرے میں تھا اور شعر و علم و ادب کا مشہور گہوارہ تھا۔ اس شہر میں ابو الفرج الاصفہانی اور راغب الاصفہانی جیسے ادیب و عالم پیدا ہوئے۔ عماد الدین نے فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم اصفہان ہی میں حاصل کی۔ اس دور کے اساتذہ میں ابن الاخوۃ الشیبانی البغدادی قابل ذکر ہیں۔ ۱۵ سال کی ان کی عمر تھی جب وہ اپنے والد صفی الدین کے ساتھ ۵۳۶ھ میں بغداد آئے۔ یہ شہر اس وقت علم و فن کا مرکز تھا۔ عماد الاصفہانی کے نام سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ عجمی النسل تھے لیکن علامہ بہجۃ الاثری نے تحقیق کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ وہ خالص عربی قرشی تھے۔ ان کے آباء و اجداد سرزمین

(۱) دیکھئے: (۱) ابن خلکان: وفیات الاعیان ۳/۴۶؛ (۲) یاقوت الحموی: معجم الادباء ۱۹/۱۲؛ (۳) سبکی: طبقات الشافعیہ ۴/۹۷۔

حجاز سے ہجرت کر کے اصفہان میں آ گئے تھے ۔ ظہورِ اسلام کے بعد بہت سارے عربی خاندان کے ہونہار علماء و فضلاء عالمِ اسلام کے مختلف علاقوں میں ہجرت کر کے آباد ہو گئے تھے ۔ عماد الاصفہانی کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ اصفہان کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو علمی اور دنیاوی اعتبار سے ممتاز و مشہور تھا ۔ اصفہان اگرچہ فتح اسلام کے بعد عربی زبان و ادب کا گہوارہ تھا لیکن اس کے باوجود یہاں کے لوگوں نے اپنی آبائی زبان فارسی کو بھی محفوظ رکھا تھا بلکہ مصنفین و شعراء فارسی زبان میں بھی عربی کی طرح شعر کہتے تھے اور کتابیں تصنیف کرتے تھے ۔ عماد الاصفہانی نے فارسی زبان کی تحصیل کی جس کے ذریعے انھوں نے ایرانی تہذیب و تمدن فکر و ثقافت میں مہارت پیدا کی ۔ بغداد آنے کے بعد وہ مدرسۂ نظامیہ میں ایک طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوئے اور عربی نحو، لغت، ادب، حدیث، فقہ، علم کلام اور ریاضیات کی تعلیم حاصل کی ۔ وہ مدرسۂ نظامیہ کے مشہور اساتذہ کے علاوہ بغداد کے دوسرے علماء و فضلاء کے درس و تدریس کے حلقوں میں بھی شریک ہو کر زیادہ سے زیادہ استفادہ کرتے اور علمی و ادبی حلقوں کے ساتھ ساتھ وہ بغداد کے دینی و مذہبی حلقوں میں بھی شریک ہوتے رہے ۔ وہ خود ایک جگہ ابو منصور المظفر بن اردشیر العبادی الواعظ (م ۵۴۷ھ) کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :

"میں ان کی تقریروں کا گرویدہ تھا ۔ ان کے وعظ کی دھوم بغداد میں اس قدر تھی کہ خلیفۂ وقت سے لے کر عوام تک ان کی تقریروں کو سنتے اور ان پر جذب و وجد کا عالم طاری ہو جاتا تھا ۔ جب وہ تقریر کرتے تھے تو ایسی کیفیت سامعین پر طاری ہو جاتی تھی کہ وہ رات رات بھر اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے ۔

شیخ العبادی جس راستے سے گزرتے مرد، عورت

شعری مجموعوں کو زیادہ سے زیادہ پڑھنے اور یاد کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ دیوان حیص بیص انھوں نے خود شاعر سے اور قاضی ابو بکر الارجانی کے سارے قصائد و مقطوعات ان کے صاحبزادے اور ابو المظفر الأبیوردی کے اشعار مشہور ادیب تطنزی سے پڑھے۔

ابن العماد کا یہ وہ زمانہ تھا جب ان کا مقام عوام و خواص دونوں میں بلند ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود دولت اسلام کے پھیلے ہوئے رقبہ میں جہاں بھی علم و ادب کے عالم کے بارے میں سنتے وہاں جا کر ان سے استفادہ کرتے، چنانچہ دمشق میں حافظ ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) سے تاریخ دمشق اور ان کی دوسری تصانیف پڑھیں۔ مصر کا سفر کر کے اسکندریہ میں حافظ ابو طاہر السلفی (م ۵۷۱ھ) سے حدیث شریف کا درس لیا اور موطا کے اسباق امام ابو طاہر بن عدف الزہری (م ۵۸۱ھ) سے لئے۔ اس طرح ان کے فکر و خیال میں بلندی اور پختگی اور ان کے مزاج میں رعنائی اور تنوع پیدا ہوتا گیا جس کے سہارے سے وہ ادب و بیان کے ماہر اور تصنیف و تالیف میں اپنے زمانے کے امام بن گئے۔

سلاطین و خلفاء کے دربار میں پذیرائی

عماد الاصفہانی جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ دنیاوی اعتبار سے بہت مشہور تھا، حکام سے ان کے روابط اچھے تھے، سلاطین و خلفاء، علماء و ادباء، ان کی ہر طرح پذیرائی کرتے تھے، علماء و فضلاء کو ان کی ذہنی و علمی صلاحیت کی بناء پر حکومت کے اہم عہدے پیش کئے جاتے تھے، عماد الاصفہانی نے شعر و شاعری ادب و انشاء کی طرف خاص توجہ کی جس کی اس زمانے میں خاص قدر و منزلت تھی اور حکومت اور حکام سے قریب ہونے کا ایک بہترین ذریعہ تھا۔ انھوں نے اپنے اس فن کے ذریعے خلیفۂ وقت المقتفی لأمر اللہ سے قریب ہونے کی کوشش کی۔ محمد بن محمود بن ملک شاہ السلجوقی نے جب بغداد سے محاصرہ

ختم کیا اور اہلِ بغداد نے سکون و اطمینان کا سانس لیا تو عماد الاصفہانی نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور ۵۵۲ھ میں المقتفی لأمر اللہ کی خدمت میں ایک قصیدۂ تہنیت پیش کیا، جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

أضحت ثغور النصر تبسم بالظفر　　وغدت خیول النصر واضحة الغرر

(کامیابی کی سرحدیں فتح کی کامرانی پر مسکرا اٹھیں اور فتح یاب گھوڑوں کی پیشانیاں چمک اٹھیں)

خلیفۂ وقت سے اپنے تعلق کا تذکرہ عماد الأصفہانی نے خریدة القصر وجریدة العصر میں کیا ہے اور وہاں اپنا پورا قصیدہ نقل کیا ہے[1]

المقتفی لأمر اللہ سے تعلق و قربت کی وجہ سے ان کی زندگی کا میدان وسیع ہونے لگا انھوں نے علم و ادب کے دائرے کو سیاست سے ملایا، اس طرح انھوں نے علم و ادب اور سیاست کے درمیان ایک ربط پیدا کرنے کی کوشش کی، کیونکہ دونوں ہی سے عوام کی خدمت کی جا سکتی ہے، کیونکہ اگر سیاست کی زمام جاہلوں کے ہاتھ میں ہو تو اس سے ملک کا وقار گرتا ہے اور لوگوں میں بے چینی اور بیزاری پیدا ہوتی ہے لیکن اس کی قیادت اہلِ علم و ادب حضرات کے ہاتھوں میں ہو تو اس سے ملک کا وقار بڑھتا ہے دوسری طرف لوگوں میں ہمت و حوصلہ پیدا ہوتا ہے، سب سے پہلے عماد الاصفہانی واسط کے نائب (گورنر) مقرر ہوئے جو ان کی ترقی کا پہلا زینہ تھا ۵۵۴ھ میں المقتفی لأمر اللہ واسط آئے تو عماد الاصفہانی نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا۔ اس طرح وہ خلیفہ کی نظروں میں اور زیادہ مقبول ہوئے۔ چنانچہ خلیفہ نے ان کے دائرۂ اختیارات کو واسط سے بڑھا کر دوسرے صوبوں تک کر دیا ۵۶۰ھ میں جب وزیر ابن ہبیرہ

---

[1] خریدة القصر (قسم العراق) ۱: ۳۶

ایک سازش کے شکار ہوکر ہلاک کر دیے گئے تو عماد الاصفہانی بھی اس سازش میں مشتبہ قرار دیے گئے اور انھیں نظر بند کر دیا گیا، اس وقت انھوں نے عماد الدین بن عضد سے جو خلیفہ المقتفی باللہ سے بہت قریب تھے سفارش کرا کے رہائی حاصل کی، نظربندی کے بعد انھیں یہ محسوس ہوا کہ بغداد کی سیاسی صورت حال کافی بدل چکی ہے اور حالت قابو سے باہر ہے، اس وقت انھوں نے عراق چھوڑنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ وہ دمشق روانہ ہوئے، شام میں اس وقت الملک العادل نور الدین زنگی کی حکومت تھی، دمشق پہنچنے پر ان کا خیر مقدم کیا گیا اور مدرسۂ شافعیہ میں انہیں سرکاری مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا گیا، عماد الاصفہانی کی ملاقات و تعارف نجم الدین ایوب سے پہلے ہی سے تھی جب نجم الدین کو الاصفہانی کے دمشق آنے کی خبر ہوئی تو وہ خود ان سے ملنے گئے، نجم الدین ایوب سلطان صلاح الدین کے والد تھے نجم الدین نے الاصفہانی کو صلاح الدین ایوبی کے مصر پر قبضہ کرنے کی بشارت سنائی بسنہ ۵۶۳ھ میں نور الدین نے الاصفہانی کو اپنے دیوان میں کاتب کے عہدے پر فائز کیا سلطان کا دیوان اس زمانے میں سکریٹریٹ کی حیثیت رکھتا تھا۔ کاتب سلطانی فرمان مرتب کرتا تھا، اس طرح کاتب صوبوں کے گورنروں اور دیگر ممالک کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے درمیان رابطہ قائم کرتا تھا۔ اس لیے کاتب کی حیثیت حکومت میں بہت زیادہ ہوتی تھی کیونکہ وہ ملک کی خارجہ اور داخلہ سیاست سے پوری طرح واقفیت رکھتا تھا۔ چنانچہ یہ عہدہ اس شخص کے حوالے کیا جاتا تھا جس کو انشاء پر غیر معمولی قدرت ہو، دوسری طرف وہ امور سیاست سے واقف ہونے کی وجہ سے خلیفہ کا مشیر بھی ہوتا تھا۔

سلطان نور الدین کے زمانے میں عماد الاصفہانی کو ہر طرح کا سرکاری اعزاز نصیب ہوا۔ دوسرے وہ نور الدین کے سفر و حضر کا رفیق بھی تھا۔ اس لیے

اس کے فتوحات کا تذکرہ اپنی شاعری نما نثر میں کرتا تھا کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین کے مصنف ابوشامہ نے عماد الاصفہانی کے نظم و نثر کے نمونے اس کے تذکرہ کے ذیل میں درج کئے ہیں۔ نورالدین زنگی کے انتقال کے بعد شام کی سیاست ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئی جنھوں نے نورالدین کے کارناموں پر پانی پھیر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نورالدین کے بعد اس کا بڑا لڑکا الملک الصالح جو ان کا جانشین ہوا وہ امور حکومت سے ناواقف تھا، دوسرے اس کے مزاج میں پختگی بھی نہیں آئی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود غرض وزرار ملک کی سیاست پر حاوی ہو گئے اور نورالدین کے رفقاء اور اس کے مقربین کو حکومت کے عہدوں سے برطرف کرنے لگے، عماد الاصفہانی بھی اس گندی سیاست کا شکار ہوئے، اپنے عہدے سے برطرفی کے ساتھ ساتھ حکام نے ان کی جائیداد پر بھی قبضہ کرلیا۔ حکومت کے اس سیاسی رد و بدل سے ان کا دل ٹوٹ گیا اور انھوں نے دمشق چھوڑنے کا ارادہ کرلیا، چنانچہ وہ موصل کے لئے روانہ ہوئے، جہاں سے وہ بغداد جانا چاہتے تھے۔ موصل سے وہ بغداد روانہ ہونے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ان کو یہ خوشخبری سنائی گئی کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی فوجیں بڑی تیزی سے مصر سے شام کی طرف بڑھ رہی ہیں، کیونکہ صلیبی فوجوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا ہے اور وہ شام پر بھی قبضہ کرنا چاہتی ہیں، صلاح الدین ایوبی کی فوجیں جوش و خروش سے بھری ہوئی تھیں۔ انھوں نے صلیبی فوجوں کا ہر طرف سے محاصرہ کرلیا۔ عماد الاصفہانی کی ملاقات صلاح الدین ایوبی سے حلب میں ہوئی۔ جب سلطان صلاح الدین حلب سے دمشق روانہ ہوئے تو عماد الاصفہانی بھی ان کے ساتھ دمشق آئے۔ دمشق میں چند روز قیام کے بعد جب صلاح الدین

۱۔ ابوشامہ المقدسی: کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین ۲/۲۲

مصر روانہ ہوئے تو وہ بھی ان کے ساتھ مصر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہ صلاح الدین سے قریب ہونا چاہتے تھے۔ خود صلاح الدین بھی ان کو اپنے قریب رکھنے پر مسرور تھے۔ الاصفہانی کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ کاتب کے عہدے پر فائز ہو جائیں گے صلاح الدین قاضی الفاضل کو بہت چاہتے تھے اس لئے ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کا اس عہدے پر فائز ہونا مشکل تھا۔ عماد الاصفہانی نے اپنا ربط و تعلق قاضی الفاضل سے پیدا کیا اس لئے کہ ان کے سہارے وہ اپنے پسندیدہ عہدے پر فائز ہو سکتے تھے، قاضی الفاضل نے الاصفہانی کو آگے بڑھایا چنانچہ وہ صلاح الدین سے زیادہ قریب ہو گئے اور اتنے قریب ہوئے کہ ان کے سفر و حضر میں مستقل ان کے ساتھ رہنے لگے، سلطان جب جنگی مہموں پر جاتے تو الاصفہانی بھی ان کے ساتھ ہوتے، اس طرح انھوں نے اپنی کھوئی ہوئی عزت کو دوبارہ حاصل کر لیا بلکہ صلاح الدین کے زمانے میں ان کی قدر و منزلت میں اور اضافہ ہوا، صلیبی جنگوں میں صلاح الدین کو جو بھی فتوحات حاصل ہوئیں الاصفہانی نے ان کا تذکرہ اپنے شاعرانہ انداز میں کیا ہے۔ بلکہ اس دور کی سیاسی تاریخ اس طرح مرتب کر دی جو مشاہدات پر مبنی ہے۔ ان کی تصنیف الفتح القدسی اس دور کے سیاسی حالات کی زندہ تصویر ہے۔ اس طرح وہ ۵۶۲ھ سے لے کر صلاح الدین کے انتقال تک حکومت کے سیاسی و مذہبی امور میں پوری طرح دخیل تھے وہ وزارت کے منصب پر سرکاری طور پر تو فائز نہیں تھے لیکن عملی طور سے وہ ایک وزیر سے زیادہ حیثیت رکھتے تھے[1]

لیکن صلاح الدین کے انتقال کے بعد ان کے بھائیوں اور بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور اہل فن و کمال حضرات کے لئے آزمائشی دور شروع ہو گیا چنانچہ

---

[1] دیکھئے یاقوت الحموی: معجم الادباء ۱۹/۱۹۔

عماد الاصفہانی کا سکون و اطمینان ختم ہوگیا۔ وہ مصر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اور شام جاکر پناہ لی۔ اور سیاست سے کنارہ کش ہوکر اپنے تصنیفی اور تالیفی کاموں میں سرگرم ہو گئے، علامہ سبکی طبقات الشافعیۃ میں عماد الاصفہانی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں[1]۔

"لم یزل عند السلطان صلاح الدین فی اعز جانب والفم نعم والدنیا تخدمہ والارزاق ینفرق فیہا لسانہ وقلمہ الی ان توفی السلطان صلاح الدین وبارت سوق العلم والذین بوفاتہ فاستوطن ولزم المدرسۃ العمادیہ"

یاقوت الحموی لکھتے ہیں[2]:۔

"لما توفی السلطان صلاح الدین رحمہ اللہ اختلف احوال عماد ولزم بیتہ واقبل علی التصنیف والافادۃ حتی توفی"

لیکن صلاح الدین کے بڑے صاحبزادے الملک الافضل نے شام میں اپنی حکومت قائم کرلی، انھوں نے عماد الاصفہانی کو نوازنے کی کوشش کی اور الاصفہانی بھی ان سے قریب ہوگئے اور کاتب کے عہدے کو قبول کرلیا۔ لیکن ایسا لگتا ہے اس مرتبہ الاصفہانی نے اس عہدے کو صرف حصول معاش کی خاطر قبول کیا تھا، ان کی سیاسی سرگرمیاں ختم ہو چکی تھیں۔ اب وہ اپنے کام کو جو پھیلا ہوا تھا سمیٹنے کی طرف لگ گئے اور زندگی کے آخری لمحے تک وہ اپنے عظیم مقصد میں منہمک رہے۔ وہ مختلف خلفاء وسلاطین کے امور مملکت میں شریک رہے اور خوشحال اور عزت کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن حکومتوں کے ردوبدل، سیاست کے نشیب وفراز کے

---

[1] طبقات الشافعیہ ۴۷/۲ [2] معجم الادباء ۱۹/۱۹ -

اثرات بھی ان کی زندگی میں نمایاں رہے ۔ ۷۲ سال کی عمر پاکر ۵۹۷ھ میں دمشق میں اس دنیا سے رخصت ہوئے [1] اور علم و تحقیق کا وافر ذخیرہ اہل علم و ذوق کے لئے چھوڑ گئے۔

تصانیف

تذکرہ نگاروں نے عماد الدین اصفہانی کی سیاسی زندگی کی دھندلی سی تصویر پیش کی ہے ۔ ان کی زندگی کو دیکھتے ہوئے توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ علم و ادب اور تصنیف و تالیف کے لئے بھی وقت نکال سکتے تھے ، لیکن جب ان کے علمی و تصنیفی کارناموں پر نظر ڈالتے ہیں اور ان کی تصانیف کی کثرت اور ان کی تالیفات کی ضخامت دیکھتے ہیں تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ اس ادیب کے قلم میں کتنی جولانی اور اس کے فکر و خیال میں کتنی رعنائی تھی کہ انہوں نے جس موضوع پر لکھا اس کا حق ادا کر دیا ۔ ان کی تصانیف کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے مزاج میں کتنا تنوع اور ان کے علم میں کتنی وسعت اور جامعیت تھی ۔

عماد کی جن تصانیف کا اب تک پتہ چلا ہے ، یا جن کے نام معلوم ہوسکے ہیں وہ حسب ذیل ہیں ۔

(۱) مجالس وعظ قطب الدین ابو منصور المظفر بن اردشیر العبادی الواعظ (متوفی ۵۴۷ھ)

عماد الدین جب مدرسہ نظامیہ بغداد کے طالب علم تھے اور ان کی عمر ۲۲ سال کی تھی تو وہ بغداد کے جامع القصر اور دار السلطان میں العبادی کی مجلس وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے انھوں نے افادہ کے لئے ان مواعظ کو جو ان سے سنتے تھے ۵۴۱ھ میں لکھ کر ایک جگہ جمع کر دیے تھے ، عماد نے اس کا ذکر خریدۃ القصر (قسم العراق) میں العبادی کے ذیل میں کیا ہے۔

(۲) مناظرات امام ابو الوفا علی بن عقیل الحنبلی اور شافعی فقیہہ ابو الحسن علی بن محمد المعروف بالکیاہراسی کے درمیان علمی مناظروں کے مفید مباحث پر مشتمل ایک تالیف ۔ اس کا

---

[1] ابن تغری بردی : النجوم الزاہرہ ۶/۱۷۸؛ ابن الجوزی ، مرآۃ الزمان ۸/۵۰۵ ۔

ذکر بھی خریدۃ میں موجود ہے، یہ دونوں کتابیں مفقود ہیں۔

(۳) ترجمۂ کتاب "فتور زمان الصدور و صدور زمان الفتور"، وزیر انوشروان بن خالد کی کتاب کا عربی ترجمہ۔ یہ سلجوقیوں کی حکومت کی تاریخ ہے جو نظام الملک اور طغرل بن محمد بن ملکشاہ کے عہد کے حوادث و حالات پر مشتمل ہے۔

(۴) ترجمۂ کتاب کیمیائے سعادت، ابوحامد الغزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی مشہور کتاب کا ترجمہ جسے دو جلدوں میں اپنے دوست القاضی الفاضل کی فرمائش پر انھوں نے (۵۷۶ھ) میں فارسی سے عربی میں منتقل کیا۔

(۵) خریدۃ القصر و جریدۃ العصر:- یہ کتاب دس ضخیم مجلدات میں مرتب ہوئی تھی اس کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔

(۶) السیل:- خریدۃ القصر پر مؤلف ہی کی لکھی ہوئی ذیل ہے جو تین جلدوں میں تمام ہوئی۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب بھی مفقود ہے اور اس کے کسی نسخے کا کسی کتبخانہ میں اب تک پتہ نہیں چلا ہے، ابن خلکان کی نظر سے یہ کتاب ۶۷۲ھ میں قاہرہ میں گزری تھی، ساتویں صدی ہجری کے بعد کوئی مصنف اس کتاب کے دیکھنے کا مدعی نہیں۔

(۷) نصرۃ الفترۃ و عصرۃ الفطرۃ - دولت سلجوقیہ کی تاریخ اور اس کے وزراء اور اکابر حکومت کے حالات پر یہ کتاب مشتمل ہے، اس تصنیف کے دو نسخے مکتبۂ بودلیان آکسفورڈ اور کتبخانہ ملی پیرس میں محفوظ ہیں۔

اس کا اختصار خلیفہ ناصر لدین اللہ کے سکریٹری صدر الدین ابوالحسن علی بن السید الشہید ابوالفوارس ناصر بن علی نے تیار کیا تھا جس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے، دوسرا اختصار فتح بن علی البغدادی الاصبہانی نے ملک معظم عیسیٰ ملک عادل ابوبکر بن ایوب کے لئے تیار کیا تھا۔ اسے مستشرق شہیر ہوتسما نے لائیڈن سے ۱۸۸۹ء میں شائع کیا ہے۔ یہی کتاب تاریخ دولت آل سلجوق کے نام سے مصر سے ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی ہے۔

(۸) "الفتح القسی فی الفتح القدسی"، اس کتاب میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی فتوحات کا ذکر ہے، فتح بیت المقدس ۵۸۳ھ سے سلطان کی وفات ۵۸۹ھ تک کے واقعات، فتوحات اس کتاب میں درج ہیں - اس کتاب کے متعدد نسخے برلن، پیرس آکسفورڈ اور دوسرے کتبخانوں میں پائے جاتے ہیں، ایک نسخہ ہندوستان میں کتبخانہ رامپور میں بھی محفوظ ہے - یہ کتاب سب سے پہلے لائیڈن (ہولینڈ) میں ۱۸۸۸ء میں فرانسیسی مقدمے کے ساتھ چھپی، پھر اس کے دو اڈیشن مصر سے ۱۳۲۱ھ اور ۱۳۲۲ھ میں نکلے -

(۹) البرق الشامی - یہ عماد الاصفہانی کی اہم تصانیف میں ہے اس میں کتاب کی ابتدا انھوں نے اپنے حالات زندگی، عراق سے شام کی طرف اپنی ہجرت، ملک العادل نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی خدمت میں حاضری اور شام اور اطراف شام کی بعض فتوحات کا ذکر کیا ہے، یہ بعض مؤرخوں کے قول کے مطابق سات مجلدات میں مرتب ہوئی تھی لیکن افسوس ہے کہ اب کسی کتبخانے میں بھی اس کا مکمل نسخہ نہیں ملتا۔ بوڈلیان لائبریری آکسفورڈ میں اس کتاب کی پانچویں جلد (حوادث ۵۷۸ — ۵۸۰) اور لائیڈن میں دو حصوں میں اس کتاب کے منتخبات ملتے ہیں - فتح بن علی البغدادی کی کتاب "زبدۃ النصرۃ و نخبۃ العصرۃ" سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی البرق الشامی کا انتخاب تیار کیا تھا -

(۱۰) "عتبی الزمان فی عقبی الحدثان"، اس تصنیف میں عماد نے ان حوادث و واقعات کو درج کیا ہے جو سلطان صلاح الدین کی وفات (۵۸۹ھ) سے ۵۹۲ھ تک شام کے علاقے میں پیش آئے - یہ کتاب عرصہ سے مفقود ہے، لیکن ابوشامۃ المقدسی کو یہ کتاب ملی تھی اور انھوں نے اپنی تصنیف "کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین" میں اس سے بہت فائدہ اٹھایا ہے -

(۱۱) نحلۃ الرحلۃ و حلیۃ العطلۃ، یہ کتاب سلطان صلاح الدین کی وفات کے بعد

کے حوادث، حکومت کے اختلال و تغیرات اور سلطان کی اولاد اور امراء و عمال میں اختلافات کے واقعات پر مشتمل ہے۔ ابو شامۃ المقدسی کی کتاب میں اس کے اقتباسات ملتے ہیں۔

(۱۲) "خطفۃ البارق و عطفۃ الشارق"، یہ فن تاریخ میں ہے، اس عہد کے واقعات و حوادث جو لکھنے سے رہ گئے تھے اس کتاب میں انھوں نے درج کئے ہیں۔ اس میں ۵۹۳ھ سے اپنی زندگی کے آخری سال یعنی ۵۹۷ھ تک کے واقعات درج ہیں اور جیسا کہ علامہ بہجۃ الاثری نے لکھا ہے، غالباً یہ عماد الدین کی آخری تصنیف ہے اس کتاب کے کسی نسخہ کا بھی پتہ نہیں چلتا، ابو شامہ کی کتاب میں درج شدہ اقتباسات ہی سے اس کتاب کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

(۱۳) "دیوان شعر عماد الدین الاصفہانی"، دیوان شعر بقول یاقوت الحموی دو جلدوں میں اور بقول ابن خلکان چار جلدوں پر مشتمل تھا۔ یہ دیوان بھی غالباً دنیا سے فنا ہے۔

(۱۴) "دیوان دوبیت"، یہ مختصر دیوان تھا۔ دوبیت ایسے قطعات ہوتے تھے جو صرف دو شعروں پر مشتمل ہوتے تھے، ابو شامہ نے ان کے کچھ قطعات نقل کئے ہیں۔

(۱۵) دیوان رسائل۔ بقول یاقوت الحموی اس کی کئی جلدیں تھیں، کتبخانہ نور عثمانیہ استنابول میں مکتوبات و مراسلات کا ایک مجموعہ ہے جو ۵۹۷ھ کے حدود میں مرتب ہوا ہے، سرورق پر کسی نے لکھ دیا ہے کہ یہ مراسلات العمادیہ الکاتب ہیں، نسخہ چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔

اب ہم عماد الدین الاصفہانی کی اس کتاب کا کچھ تفصیل سے ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

خریدۃ القصر وجریدۃ العصر:

یہ کتاب چار اساسی اقسام پر مشتمل ہے جو دس ضخیم مجلدات پر حاوی ہے، اسمیں

مؤلف نے پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے ادیبوں کے ادیبوں اور شاعروں کا مفصل تذکرہ لکھا ہے اور تذکرہ کے ساتھ ساتھ ان کی نثر اور اشعار کے خوبصورت اور لطیف نمونے اپنے ذوق کے مطابق درج کئے ہیں جس سے اس تصنیف کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اور آج بھی اس عہد کے ادیبوں کے حالات اور ان کے نتائج فکر کا بہت قیمتی ماخذ و مصادر ہے۔

اس تصنیف کے بنیادی چار اقسام حسب ذیل ہیں:

۱:۔ قسم اوّل : ذکر ادباء و شعراء عراق

۲:۔ قسم دوم : بلاد عجم و فارس و خراسان

۳:۔ قسم سوم : شام

۴:۔ قسم چہارم : مصر، صقلیہ، مغرب و بلاد شام

اس معرکۃ الآراء تصنیف میں مصنف نے اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ اپنے زمانے کے تمام اہم شعراء و ادباء کے حالاتِ زندگی اور ان کے منتخب نتائج فکر درج کر دیے جائیں۔ انھوں نے اپنی کتاب کی ترتیب و نہج تقریباً وہی رکھی ہے جو ثعالبی کی یتیمۃ الدہر اس کی ذیل تتمۃ الیتیمہ اور باخرزی کی دمیۃ القصر میں رکھی گئی ہے۔ ان کے پیش نظر قاضی رشید احمد بن علی بن الزبیر الأسوانی المصری (متوفی ۵۶۲ھ) کا تذکرۂ شعراء جنان الجنان و ریاض الاذہان اور بعض اہم تذکرے اور تاریخ کی کتابیں بھی تھیں جن کے حوالے انھوں نے خریدۃ القصر میں جا بجا دیے ہیں۔ خیال ہے کہ مصنف کے پیش نظر جہاں ابوالمعالی سعد بن علی الکتبی الحظیری کی کتاب ہے وہاں اس کا تذکرۂ شعراء زینۃ الدہر و عصرۃ اہل العصر ضرور رہا ہوگا۔

عماد الاصفہانی نے اس کتاب کی ترتیب زمانی نہیں بلکہ علاقائی و جغرافیائی اعتبار سے رکھی ہے۔ اس میں اس کا یہ مقصد تھا کہ عالم اسلام کے پھیلے ہوئے رقبہ کو ایک

وحدت میں پیش کرے، یمن سے لے کر صقلیہ و اندلس کی ادبی اور مذہبی تاریخ کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ قاری کے سامنے اس دور کی سیاسی ادبی تاریخ معہ علاقائی خد و خال کے ساتھ پوری اجاگر ہو کر آجائے، اگر وہ کتاب کی زمانی ترتیب رکھتا تو مختلف فکر و خیال کے ادباء و شعراء کے پھیلے ہوئے تذکرہ میں علاقائی خصوصیت اور رنگ اوجھل ہو جاتا اور یہ کتاب صرف تذکرہ کی کتاب ہو کر رہ جاتی جس میں زمانے کی صحیح تصویر سامنے نہیں آپاتی، دوسرے قاری بھی اشخاص کی تاریخ و تذکرہ سے صرف واقف ہوتا اور ان پر جو زمانہ و حالات کے اثرات پڑے ہوں گے، ان کے سمجھنے میں اس کو دشواری ہوتی۔ اس طرح الاصفہانی نے اس کتاب میں اپنی ذہنی صلاحیت اور دقتِ نظر و فکر کا مظاہرہ کیا ہے۔ عالمِ اسلامی کے پھیلے ہوئے رقبہ میں جہاں شعر و ادب صرف شہروں اور قصبات میں گرم نہیں تھا، بلکہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بھی اس کی دھوم تھی، ایک مصنف کے لئے کتنا پیچیدہ اور مشکل کام تھا کہ وہ ان کے حالات زندگی کو جمع کرے اور ان کے کلام کو پڑھے، اس کے اچھے نمونوں کو اپنی کتاب میں درج کرے، مشہور شعراء و ادباء کے کلام کو حاصل کرنا تو آسان ہوتا ہے لیکن گمنام شعراء کے بارے میں معلومات فراہم کرنا بہت ہی دقت طلب کام تھا، لیکن کام کی دھن اور لگن، ہمت اور حوصلے کے سامنے مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے، مصنف کی بڑی خوش قسمتی تھی کہ خدا نے اس کو اس کام کے لئے زریں مواقع بھی عنایت کئے تھے، وہ اصفہان میں پیدا ہوا، بغداد میں اس کی اعلیٰ تعلیم ہوئی، واسطا اور بصرہ میں اس نے گورنر کی حیثیت سے کام کیا، حج کا فریضہ ادا کرنے کے لئے سرزمین حجاز آیا، نورالدین کے زمانے میں دمشق میں اس کا مشیر اور اس کے دیوان میں دکاتب) کے عہدے پر فائز ہوا۔ شام کے دوران قیام میں دمشق۔ حمص۔ حماۃ۔ حلب۔ موصل کے شعراء و ادباء سے ملنے

اور ان کے کلام کے سننے کا موقعہ ملا۔ صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں سرکاری عہدہ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ وہ سلطان کا رفیق اور سفر و حضر کا ساتھی بھی بنا۔ ان کے ہمراہ وہ مصر کے مختلف علاقوں، بیت المقدس اور فلسطین بھی گیا، اور سلطان کی جنگی مہموں میں ہمراہی کی بدولت اس نے ہر طرح کے علاقے دیکھے اور طرح طرح کے آدمیوں سے وہ ملا، مصر میں قیام کے دوران اس نے مغرب، اندلس، صقلیہ کے ادیبوں اور شاعروں سے بھی ربط قائم کیا، مغرب کے ادیبوں اور تاریخ نگاروں سے ملاقات کی بدولت اس نے اندلس اور صقلیہ کے شعراء و ادباء کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ اس طرح پہلا مصدر و ماخذ اس کتاب کا خود مصنف کی شعراء و ادباء سے ملاقاتیں یا ان کے معاصرین طلباء اور راویوں کی روایتیں ہیں جنھیں مصنف نے قلمبند کیا تھا۔ دوسرے پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں نقل و نسخ کا کام بڑی تیزی سے جاری تھا۔ ہر علاقے کے علماء و فضلاء اپنے زمانے کے فنکاروں کے حالات زندگی اور ان کے کلام کے مجموعوں کو جس تیزی سے جمع کرتے تھے اور دوسرے علاقے کے لوگ ان کتابوں کو اسی تیزی سے نقل و نسخ کرتے تھے جس کی بدولت ایک علاقے کا ادیب و شاعر دوسرے علاقے میں مشہور و مقبول ہو جاتا تھا، الاصفہانی نے اپنے زمانے کی بیشتر تصانیف اور شعری مجموعوں، ذاتی بیاضوں کو پیش نظر رکھ کر اپنی کتاب کی ترتیب و تالیف میں مدد لی ہوگی۔

الاصفہانی کا بڑا زمانہ جیسا کہ لکھا جا چکا حکومت کے عہدوں، سیاست کی ہنگامہ آرائیوں میں گزرا، لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ علم کا عاشق اور شیدائی تھا وہی اس کی منزل تھی، اس سیاست کی ہنگامہ آرائیوں میں بھی وہ اپنے محبوب کام سے غافل نہیں ہوا۔ اس کا عالمانہ و ادیبانہ ذوق زندگی کے ہر مرحلہ میں اس کی اس منزل کی طرف رہنمائی کرتا تھا۔ خریدۃ القصر ان کے علمی ذوق تحقیق و جستجو کا آئینہ دار ہے۔

خریدۃ القصر وجریدۃ العصر کا طرزِ بیان

قدیم تذکرہ نگاروں نے عماد الاصفہانی کی شخصیت اور ان کی کتاب پر تفصیل سے لکھا ہے، خاص طور سے ابن خلکان، سبکی، یاقوت الحموی، ابن کثیر سبھی نے اس کتاب کو اس دور کی اہم تصنیف قرار دیا ہے، بلکہ اسے اس دور کے ایک نادر تحفہ سے تعبیر کیا ہے، یہ حقیقت ہے کہ یہ کتاب اس دور کی سیاسی اور ادبی تاریخ کا سب سے اہم مرجع ہے، لیکن عصر جدید کے تاریخ ادب کے مؤرخوں نے جہاں عماد الاصفہانی کی اس کتاب کی تعریفیں کی ہیں وہیں انھوں نے اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ مصنف کا انداز بیان مؤرخانہ نہیں بلکہ ادیبانہ ہے، ایسا لگتا ہے کہ یہ کتاب ادب وانشاء کا نمونہ ہے نہ کہ شعراء وادباء کا تذکرہ، بدائع وصنائع کا استعمال اس کثرت سے ہوا ہے کہ مسجع عبارتوں میں اصل موضوع اوجھل ہو جاتا ہے، دوسرے اصل موضوع تک پہنچنے کے لئے اتنی لمبی چوڑی تمہید بیان کرنا کہ قاری منزل تک پہنچنے میں کبھی اکتا اور کبھی تھک جاتا ہے[1]

دوسرے شعراء وادباء کے تذکرے تفصیل اور ان کے کلام کے نمونے ہی ہوتے لیکن اس میں صرف مبالغہ آمیز مدح ہوتی ہے، کہیں بھی مصنف کا تنقیدی نقطۂ نظر دکھائی نہیں دیتا، گویا مصنف نثر میں مدحیہ شاعری کرتا ہے[2]

نقادوں کی اس رائے میں بہت حد تک سچائی ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جب ہم مصنف کے دور بلکہ اس سے پہلے کے ادبی وتاریخی مجموعوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس دور میں یہی طرز بیان قابل قبول اور قابل داد تھا۔

۱۔ سبکی طبقات الشافعیہ ۴/۹۷ - یاقوت الحموی: معجم الادباء ۱۹/۱۹، ابن خلکان: وفیات الاعیان ۲/۸۶

۲۔ کرد علی کنوز الاجداد ص ۶۳، مقدمہ خریدۃ القصر قسم مصر: ڈاکٹر شوقی ضیف، جرجی زیدان: تاریخ ادب اللغۃ العربیۃ ۳/۶۳

مقامات الحریری، مقامات بدیع الزمان العبرانی، رسائل قاضی الفاضل کی دھوم ادبی دنیا میں تھی۔ عوام سے لے کر خواص تک اسی طرز بیان کے گرویدہ تھے۔ الاصفہانی نے مقامات الحریری کو حریری کے صاحبزادے سے پڑھا تھا اور اس کے مقامات کو یاد بھی کیا تھا اور اس کی تحریروں کی تقلید کی مشق بھی کی تھی۔ دوسرے، قاضی الفاضل جو ان کے محسن تھے ان کا طرز بیان اس وقت رائج الوقت تھا۔ اسلئے کوئی بھی ادیب اس طرز بیان سے انحراف کرتا تو اس وقت اس کو پسند نہیں کیا جاتا ہر تحریر خواہ سیاسی ہو یا مذہبی، ادبی ہو یا سماجی اس کا یہی انداز ہوتا تھا۔ اسلئے کسی بھی تحقیقی یا تخلیقی عمل پر تبصرہ کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ وہ کس دور یا زمانے میں وجود میں آیا ہے اور اسی زمانے کے معیار کے مطابق تنقید یا تعریف ہونی چاہئے۔

خریدۃ القصر و جریدۃ العصر عرصہ دراز تک مخطوطات کی فہرست میں شامل تھی، لیکن عصر جدید میں جب قدیم ادبی و علمی نوادر کی اشاعت کی طرف توجہ ہوئی تو اس کتاب کی اہمیت کو بھی بہت زیادہ محسوس کیا گیا۔ خاص طور پر ادبی مجموعوں کے ذریعے علاقائی رنگ اور خصوصیت کے اجاگر کرنے کا رجحان عام ہوا تو اس کتاب کی اہمیت اور زیادہ محسوس کی گئی، کیونکہ اس کی ترتیب علاقائی بنیاد پر رکھی گئی ہے۔ سب سے پہلے مصر میں ڈاکٹر احمد امین جو ادب عربی کے قاہرہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے انہوں نے اس کتاب کی تحقیق و تخریج کا کام اپنے دو ہونہار ادیب و محقق شاگرد شوقی ضیف اور احسان عباس کے سپرد کیا اور ان کے کاموں کی نگرانی خود قبول کی۔ چنانچہ ان تینوں حضرات کی کوشش و توجہ سے القسم المصری کی تحقیق و تخریج کا کام پورا ہوا۔ خریدہ کا قسم مصر لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر قاہرہ سے دو جلدوں میں ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ہے۔ القسم العراقی کا جو ان تمام اقسام میں سب سے زیادہ اہم اور پیچیدہ ہے۔

المجمع العلمی العراقی نے اس حصے کی تصحیح کا کام عراق کے مشہور ادیب و لغوی اور اپنے طرز کے محقق علامہ بہجۃ الاثری کے حوالے کیا، علامہ موصوف جن کا ابھی کچھ دن پہلے انتقال ہوا اپنے علمی کاموں میں مسلم تھے - ان کی نظر عربوں کی سیاسی ادبی مذہبی اور تاریخی مسائل پر بڑی عمیق و وسیع تھی، انھوں نے القسم العراقی کا بڑی دیدہ ریزی اور جاں سوزی سے مطالعہ کیا اور الخریدہ کے بھی مختلف مخطوطے یا ان کے عکس انھوں نے حاصل کئے، پھر کتاب کی مندرجات نظم و نثر کا دوسرے اہم مصادر سے موازنہ و مقارنہ کیا، اشعار کی تخریج کی غلط اور تصحیف شدہ الفاظ کی تصحیح کی اس کے بعد اشخاص و مقامات کی مفصل فہرست تیار کی، علامہ بہجۃ الاثری نے ایک تفصیلی و تحقیقی مقدمہ بھی لکھا جس میں عماد الاصفہانی کی مفصل سوانح حیات اور اس کتاب کی اہمیت پھر اس کتاب کے مآخذ مصادر اور بعد کے مصنفین پر اس کے اثرات کو نہایت تفصیل اور خوبی سے اجاگر کیا - علامہ کا یہ مقدمہ ایک بڑی کتاب پر بھاری ہے ۔

القسم العراقی کا جزاول بغداد سے ۱۹۵۵ء میں اور جزدوم ۱۹۶۴ میں المجمع العلمی العراقی سے عمدہ طباعت میں منظر عام پر آیا - اس قسم کا چوتھی جلد دو ضخیم حصوں میں ۱۹۷۳ء میں بغداد سے شائع ہوئی اور اس طرح سے قسم عراق مکمل طور پر شائع ہوگئی -

المجمع العلم العربی کے سابق صدر علامہ کرد علی جنھوں نے "خطط الشام" جیسی معرکۃ الآراء کتاب تصنیف کی ہے وہ عماد الاصفہانی کی اس کتاب کی اہمیت سے واقف تھے، چنانچہ انھوں نے اور ان کے فاضل دوست علامہ خلیل مردم بک نے اس حصے کی ترتیب و تصحیح کا کام دمشق یونیورسٹی کے لائق پروفیسر ڈاکٹر شکری فیصل کے حوالے کیا - پروفیسر شکری فیصل نے قاہرہ یونیورسٹی میں تعلیم پائی ہے، وہ محمد الخولی کے شاگرد خاص ہیں - ڈاکٹر احمد امین اور ڈاکٹر طہٰ حسین سے بھی انھوں نے استفادہ کیا ہے -

علامہ کرد علی اور استاد خلیل مردم بک کی نگرانی میں انھوں نے اپنا تحقیقی کام شروع کیا۔ اس لئے کہ انہیں اس فن میں مہارت حاصل ہوگئی تھی، دوسرے وہ شام کے مشہور صاحب طرز ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے الخریدۃ قسم الشام کے حصہ پر بڑے والہانہ انداز میں کام کیا، شام کے باشندے ہونے کی بدولت وہ شام کی ادبی و سیاسی تاریخ سے بہت اچھی طرح واقف ہیں اس لئے اس حصہ کی ترتیب و تہذیب کیلئے ان کا انتخاب بہت مناسب تھا، کتاب کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس حصہ پر ایک عالمانہ مقدمہ بھی سپرد قلم کیا ہے۔ قسم شعراء الشام خاص ضخامت رکھتا ہے، اسے کئی حصوں میں شائع کرنا پڑا۔ چنانچہ اس کا پہلا حصہ المجمع العلمی العربی دمشق سے ۱۹۵۵ء میں دوسرا حصہ ۱۹۵۹ء میں تیسرا اور آخری حصہ ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔ خریدۃ کے پہلے حصے کا ضائع شدہ ٹکڑا ۶۶-۱۹۶۵ء میں انہیں مغرب کے کتبخانوں میں مل گیا جسے انھوں نے ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ اس طرح قسم شعراء الشام مکمل طور پر چھپ کر اب منظر عام پر آچکا ہے۔

قسم شعراء المغرب اور قسم الاندلس و صقلیہ کا پہلا حصہ ٹونس سے ۱۹۶۶ء میں دوسرا ۱۹۷۱ء میں اور تیسرا ۱۹۷۲ء میں چھپ کر شائع ہوا حصہ اوّل کے مرتبین محمد المرزوقی محمد العروسی المطوی اور الجیلانی بن الحاج یحیی ہیں، دوسرے اور تیسرے حصے کو ایک ایرانی فاضل آذرتاش آذرنوش نے مرتب کیا اور ان تینوں حضرات نے ان حصوں کی تنقیح کی اور علمی اضافے کئے اور اس طرح ان دونوں حصوں پر ان چاروں فضلاء کے نام بہ حیثیت مرتبین کے ملتے ہیں قسم شعرائے مغرب کا حصہ اول استاد عمر دسوقی اور استاد علی عبدالعظیم نے مرتب کر کے دار نہضۃ مصر قاہرہ سے ۱۹۶۶ء یعنی استاد محمد المرزوقی وغیرہ کی اشاعت سے پہلے شائع کرا دیا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کے اڈیشن کے دوسرے حصے شائع ہوئے یا تیونس میں اس کی طباعت شروع ہو جانے سے اشاعت کا کام روک دیا گیا قسم العجم کا حصہ بھی ڈاکٹر شکری فیصل مرتب کر رہے ہیں اور امید ہے کہ وہ بھی اب جلد منظر عام پر آجائے گا۔

مرض و صحت اور اسلام

سید جلال الدین عمری

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جون ۱۹۸۰ء)

جو چیزیں حلال اور طیب ہیں علاج بھی اصلاً ان ہی کے ذریعے ہونا چاہیے، لیکن اگر کسی مرض کا علاج ان سے نہ ہو سکے تو سوال یہ ہے کہ کیا ان چیزوں سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے؟ اس کا جواب معلوم کرنے کے لئے ہمیں ان آیتوں پر غور کرنا ہوگا جن میں اضطرار کا حکم بیان ہوا ہے، سورۂ بقرہ میں ہے:-

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (البقرہ: ۱۷۳)

اللہ نے تو تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس جانور پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو بس ان ہی چیزوں کو حرام کیا ہے لیکن اس کے باوجود جو شخص اضطرار کی حالت میں ان میں سے کوئی چیز کھالے اور اس کا ارادہ نافرمانی اور زیادتی کا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

یہی آیت الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ سورۂ انعام (آیت ۱۴۶) اور سورۂ اسراء (آیت ۱۵۰) میں بھی آئی ہے، اس کی مزید تفصیل سورۂ مائدہ (آیت: ۳) میں ہے ان سب آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماکولات میں سے جو چیزیں حرام ہیں ان کا استعمال صرف حالت اضطرار میں ہوسکتا ہے اور وہ بھی دو شرطوں کے ساتھ پہلی شرط کو 'غیر باغ' کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے اندر حرام چیز کی طلب اور خواہش نہ ہو اور وہ حکم عدولی اور نافرمانی کے جذبہ سے نہیں بلکہ محض مجبوری کے تحت اسے استعمال کرے، دوسری شرط کو 'ولا عاد' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی حرام چیز کو ضرورت کی حد تک استعمال کرے۔ ضرورت سے زیادہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔

اضطرار کیا ہے؟ اس کی وضاحت قرآن مجید نے اس طرح کی ہے:۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (المائدہ: ۳)	لیکن جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھالے اور اس کا میلان گناہ کی طرف نہ ہو تو بیشک اللہ معاف کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ فقر و فاقہ اور بھوک و پیاس ناقابل برداشت ہوجائے اور آدمی کا ارادہ اللہ کی نافرمانی کا نہ ہو تو ماکولات و مشروبات میں سے جو چیزیں ممنوع و حرام ہیں ان کے ذریعے اپنی جان بچائی جاسکتی ہے۔

بھوک اور پیاس کی شدت کے علاوہ بھی اضطرار کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ جان جانے یا کسی عضو کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے محرمات کے استعمال کی اجازت دی ہے، اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کسی ایسی جگہ ہو جہاں سوائے مردار کے کچھ دستیاب نہ ہو، دوسرا یہ کہ اسے مردار کھانے پر مجبور کیا جائے اور نہ کھانے میں اس کی جان جانے یا اعضائے جسمانی کو

نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، یہ دونوں ہی پہلو اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (الا یہ کہ تم اس کے لئے مجبور ہو جاؤ) کے الفاظ میں داخل ہیں[1]

ابن عربی مالکی نے اضطرار کی حسب ذیل شکلیں اور ان کے احکام بیان کئے ہیں:

۱: کسی ظالم کا جبر و اکراہ اور حرام کے نہ کھانے پر اس کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ۲: بھوک اور پیاس کی شدت ۳: فقر و احتیاج جس میں آدمی سوائے حرام کے کوئی دوسری چیز نہ پا سکے، ان صورتوں میں حرام چیزوں کی حرمت ختم ہو جاتی ہے اور وہ مباح ہو جاتی ہیں، جب تک جبر و اکراہ باقی ہے یہ اجازت بھی باقی رہے گی۔ فاقہ کی دو صورتیں ہیں، اگر وہ مستقل ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آدمی پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے، لیکن اگر اتفاقی ہے تو امام مالک کے نزدیک وہ اس صورت میں بھی پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے لیکن دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ ناگزیر حد تک ہی اسے محرمات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مالکیہ میں ابن حبیب اور ابن ماجشون کی بھی یہی رائے ہے[2]

بیشتر فقہاء کے نزدیک حالت اضطرار میں محرمات کا استعمال جائز ہی نہیں فرض ہو جاتا ہے، اضطرار میں کسی نے اگر ان کے استعمال سے اجتناب کیا اور جان چلی گئی تو یہ خودکشی کے مترادف ہوگا۔ ابن عربی مالکی لکھتے ہیں:۔

وَقد قال العلماء من اضطر الى اكل الميتة والدم ولحم الخنزير فلم يأكل دخل النار الا ان يعفو الله عنه[3]

علماء نے کہا ہے کہ جو شخص مردار، خون اور سور کا گوشت کھانے پر مجبور ہونے کے باوجود نہ کھائے تو وہ جہنم میں جائے گا الا یہ کہ اللہ اسے معاف کر دے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی رح فرماتے ہیں:

---

[1] احکام القرآن ۱/۱۵۰ [2] احکام القرآن لابن العربی ۱/۲۴ [3] حوالہ سابق ص ۲۵

اکل المیتۃ فرض علی المضطر	مضطر کے لئے مردار کا کھانا فرض ہوجاتا ہے
والاضطرار یزیل الحرمۃ فمتی	اور اضطرار ممانعت کو ختم کردیتا ہے۔ اس لئے
امتنع المضطر من اکلھا حتی مات	مضطر اگر اسے نہ کھائے اور اس کی موت واقع
صار قاتلا لنفسہ بمنزلۃ من	ہوجائے تو وہ خود اپنا قاتل ہوگا اس شخص کی
ترک اکل الخبز وشرب الماء	طرح جس کے امکان میں روٹی اور پانی ہو
فی حال الامکان حتی مات کان	اور وہ کھانا پینا چھوڑ بیٹھے اور مرجائے تو اللہ تعالیٰ
عاصیا للہ جانیا علی نفسہ [1]	کا نافرمان اور خودکشی کرنیوالا ہوتا ہے۔

ان آیتوں کا ایک خاص سیاق ہے، اہل عرب نے اپنے طور پر ماکولات میں سے کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال کر رکھا تھا، قرآن مجید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام پاک چیزیں حلال ہیں اس نے تو صرف چند چیزیں حرام کی ہیں، ان سے بھی اضطرار میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، تم نے اس کے محرمات کو تو حلال کر رکھا ہے اور بہت سی حلال اور طیب چیزوں کو حرام سمجھ بیٹھے ہو۔ اس طرح ان آیتوں میں شریعت کے تمام محرمات کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف ان محرمات کا ذکر ہے جن کو اہل عرب حلال سمجھتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی محرمات ہیں جس طرح اضطرار میں ان محرمات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے دوسرے محرمات سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

اگر کسی بیمار کا علاج مباحات سے نہ ہوسکے تو کیا یہ بھی اضطرار ہے؟ کیا اس صورت میں بطور دوا محرمات کا استعمال ہوسکتا ہے؟ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، ایک گروہ نے اسے جائز قرار دیا ہے اور دوسرے نے اسے ناجائز کہا ہے امام ابن تیمیہؒ اسی دوسرے گروہ کے ساتھ ہیں، انھوں نے اس کی بڑی اچھی نمائندگی

---

[1] احکام القرآن ۱/۱۴۹

گئی ہے اور اس کے حق میں جو دلائل دیئے جا سکتے ہیں انہیں بڑی عمدگی کے ساتھ پیش کیا ہے۔
ہم ان دلائل کو ایک ترتیب سے پیش کر کے ان پر ساتھ ہی تھوڑی سی بحث بھی کریں گے۔
فرماتے ہیں:۔

جن لوگوں نے محرمات کے ذریعۂ علاج کو جائز قرار دیا ہے انھوں نے اسے اضطرار میں محرمات کے مباح ہونے پر قیاس کیا ہے۔ جب ایک مجبور شخص کے لئے مردار اور خون جیسی حرام چیزیں مباح ہو جاتی ہیں تو بیمار کے لئے بھی انہیں مباح ہونا چاہیئے فرماتے ہیں، یہ قیاس کئی پہلوؤں سے کمزور ہے۔

۱:۔ اگر ایک بھوکا شخص حرام گوشت کھائے تو قطعی طور پر اس کی بھوک رفع ہو جائیگی لیکن دوا اور علاج کے سلسلے میں اس قطعیت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ حرام چیزوں کو دوا کے لئے استعمال کرنے میں صحت اور تندرستی کا حصول یقینی نہیں ہے۔

غرض یہ ہے کہ اس فرق کو ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ اضطرار میں بھی محرمات اسی وقت مباح ہوں گے جب کہ ان سے فائدہ یقینی ہو، ورنہ وہ مباح نہیں ہوں گے حالانکہ قرآن نے اس طرح کی شرط نہیں لگائی ہے، ایک زخمی بھوک سے تڑپ رہا ہو اور اسے کوئی حلال چیز دستیاب نہ ہو تو وہ حرام چیز سے اپنی بھوک مٹا سکتا ہے۔ چاہے اسے اپنے بچنے کا یقین نہ ہو، حالانکہ اصل مقصد جان بچانا ہی ہے، پھر یہ کہ فاقہ سے مجبور ہونا ہی اضطرار نہیں ہے، کسی ظالم کا خوف بھی اضطرار ہی ہے، مردار کھانے سے فاقہ زدہ انسان کا پیٹ یقیناً بھر جائے گا، لیکن ظالم کے ڈر سے کوئی مظلوم اور بے بس شخص خنزیر یا غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ کھا بھی لے تو ضروری نہیں کہ ظالم اپنے ظلم سے باز آہی جائے، اس کے بعد بھی وہ جان لے سکتا ہے یا اسے جسمانی تکلیف پہنچا سکتا ہے، یہاں وہ قطعیت نہیں ہے جو پہلی صورت میں تھی، اس صورت میں آدمی کو قطعی یقین نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے اس طرح کا ظن غالب بہت سی

دواؤں کے سلسلے میں بھی پایا جاتا ہے۔

دوسرا فرق امام ابن تیمیہ رح نے یہ بیان کیا ہے کہ اضطرار میں محرمات اس لیے مباح ہو جاتے ہیں کہ بھوک مثلاً کہ کا ان کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، اگر وہ ان سے اجتناب کرے تو مر جائے گا یا بیمار پڑ جائے گا۔ جب مقصد کو حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ متعین ہو گیا اور کوئی دوسرا طریقہ باقی نہیں رہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مباح قرار دے دیا۔ دوا کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اس کا ایک طریقہ متعین نہیں ہے۔ اس لئے کہ کبھی مباحات سے فائدہ ہوتا ہے، کبھی محرمات سے، کبھی کسی بھی طرح کے دوا علاج کے باوجود فائدہ نہیں ہوتا۔ کبھی بغیر کسی دوا کے اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں جو قوت مدافعت رکھ دی ہے اسی سے بیماری دور ہو جاتی ہے، دعا و تعویذ بھی ایک علاج ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ دعا سب سے بڑا علاج ہے۔

بلاشبہ دوا علاج کے بہت سے طریقے ہیں لیکن سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ مباحات کے ذریعے کسی مرض کا علاج ممکن نہ ہو اور ماہرین فن حرام چیز کا استعمال کسی نہ کسی شکل میں بطور دوا تجویز کریں جب علاج کی کئی صورتیں باقی نہیں رہیں صرف ایک صورت باقی رہ گئی تو خود امام ابن تیمیہ رح کے اصول کے تحت وہ متعین ہو گئی اس لیے اس صورت میں حرام چیز کا استعمال جائز ہونا چاہئے۔

جہاں تک دعا کا تعلق ہے اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دوا سے پہلے بھی اور دوا کے بعد بھی دعا کو تو جاری ہی رہنا چاہئے۔ لیکن یہ دنیا اسباب کی دنیا ہے اس لئے دعا کے ساتھ دوا بھی ضروری ہے، انسان کی قوت مدافعت بھی بیماریوں کا مقابلہ کرتی ہے، لیکن اس پر اعتماد کر کے علاج ترک نہیں کیا جا سکتا۔

۳:- تیسرا فرق امام ابن تیمیہ رح یہ بیان کرتے ہیں کہ مُردار کا کھانا مضطر کے لئے ائمہ مذاہب کے نزدیک واجب ہے، مسروق کہتے ہیں کہ جو شخص مردار کھانے پر مجبور

ہونے کے باوجود اس سے احتراز کرے اور بھوک سے مر جائے تو وہ جہنم کا مستحق ہوگا۔ لیکن دوا علاج کرانا جمہور ائمہ کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی جماعت نے اُسے واجب قرار دیا ہے، جیسے امام شافعی اور امام احمد کے بعض اصحاب علماء کے درمیان تو بحث یہ رہی ہے کہ علاج کرانا افضل ہے یا صبر کرنا، صحابہ و تابعین کی ایک تعداد دوا علاج نہیں کراتی تھی، بلکہ ان میں سے بعض نے مرض کو پسند کیا ہے جیسے ابی بن کعبؓ اور ابوذرؓ۔ علاج ترک کرنے پر کسی نے ان کی نکیر نہیں کی۔ جب اضطرار میں مُردار کا کھانا واجب ہے اور بیماری میں دوا علاج کرانا واجب نہیں ہے تو دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے[۱]

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اضطرار میں مُردار کا کھانا سب کے نزدیک واجب نہیں ہے بعض کے نزدیک صرف مباح اور جائز ہے، اس لحاظ سے جب ایک جائز ضرورت کے لئے اضطرار میں محرمات کا استعمال ہو سکتا ہے تو دوسری جائز ضرورت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ فرض اور واجب ہی کے لئے محرمات حلال ہوتے ہیں مباح کاموں کے لئے بھی وہ حلال ہو سکتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلے کی بحث میں ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ بات کہ حرام کسی واجب ہی کے لئے حلال ہو سکتا ہے صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ رمضان میں روزہ ترک کرنا حرام ہے لیکن سفر کی حالت میں روزہ چھوڑا جا سکتا ہے، حالانکہ سفر مباح اور جائز ہے۔ فرض اور واجب نہیں ہے[۲]

اگر یہ بات ثابت بھی ہو جائے کہ صحابہ میں سے دو ایک نے بیماری کو پسند کیا اور علاج نہیں کرایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عافیت کی دعا کی ہے، بیماری میں

---

[۱] فتاوی ابن تیمیہ مطبوعہ کردستان ۴/ ۲۵۹-۲۶۰ نیز ملاحظہ ہو ص ۲۶۸، ۲۷۰ [۲] فتح الباری: ۱/ ۲۲۵

علاج کرایا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دی ہے، اکابر صحابہؓ کا بھی اسی پر عمل رہا ہے اس سے کم ازکم اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ علاج کرانا نہ کرانے سے افضل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک انسان کی جان بہت قیمتی ہے، اس کو بچانے کے لئے اس نے اضطرار میں محرمات کے استعمال کی اجازت دی ہے، علاج بھی اسی مقصد کے لئے ہوتا ہے، اگر مباحات سے یہ مقصد پورا نہ ہو تو محرمات سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

امراض ایک طرح کے نہیں ہوتے، ان کی نوعیت مختلف ہوتی ہے، بعض امراض کا حملہ اچانک اور اس قدر شدید ہوتا ہے کہ اگر ان کا بروقت علاج نہ ہو تو چند گھنٹوں میں یا زیادہ سے زیادہ چند دنوں میں ہلاکت یقینی ہو جاتی ہے۔

بعض امراض میں فوری طور پر تو زندگی کو خطرہ لاحق نہیں ہوتا، البتہ وہ بھی مہلک اور جان لیوا ضرور ہوتے ہیں اور دیر سویر انسان کو ختم کر کے چھوڑتے ہیں، اس طرح کے امراض میں مسلسل علاج کی ضرورت پڑتی ہے۔

ان امراض کے علاج میں اضطرار، فقر وفاقہ کے اضطرار سے کم اہم نہیں ہے پھر یہ کہ جس طرح فقر وفاقہ میں اضطرار وقتی اور ہنگامی بھی ہو سکتا ہے اور لمبے عرصے کے لئے بھی اور دونوں ہی صورتوں میں جب تک فاقہ کی حالت ختم نہ ہو محرمات حلال ہو جاتے ہیں اسی طرح ان بیماریوں کے علاج میں بھی اضطرار پیدا ہو جائے اور محرمات کا استعمال کرنا پڑے تو مرض کے ختم ہونے تک ان کے استعمال کی اجازت ہونی چاہیئے۔ اس لئے کہ فقر وفاقہ ہو یا اس طرح کی بیماریاں دونوں میں موت کا خطرہ مشترک ہے اور جان کے بچانے ہی کیلئے دونوں صورتوں میں محرمات کا استعمال ہوتا ہے۔

بعض بیماریوں میں جان جانے کا خطرہ تو نہیں ہوتا لیکن بیماری بہرحال بیماری

ہوتی ہے اس سے صحت کا متأثر ہونا لازمی ہے، اس طرح کی بیماریوں میں علاج ایک ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان بیماریوں میں بھی اگر مباحات کے ذریعے علاج نہ ہو سکے تو محرمات کے ذریعے علاج جائز ہوگا۔ ہمارے خیال میں احادیث سے اس کی بھی گنجائش نکلتی ہے، یہ سوال خاصا پیچیدہ اور نازک ہے۔ اسلئے کسی قدر تفصیل سے ہم اس پر بحث کریں گے۔

۱:۔ سونے اور چاندی کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے، عورتیں بھی صرف ان کا زیور استعمال کر سکتی ہیں لیکن طبی ضرورت کے تحت ان کے استعمال کی احادیث سے اجازت ملتی ہے۔

عرفجہ بن اسعد رضؓ کی ناک ایک جنگ میں کٹ گئی، انھوں نے چاندی کی ناک بنوائی لیکن اس میں سڑاند پیدا ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سونے کی ناک بنوالیں۔[۱]

ایک روایت میں آتا ہے کہ انھوں نے بعد میں سونے کی ناک بنوالی تھی۔[۲]

حضرت عمر رضؓ کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے (کے تار) سے انہیں بندھوالیں۔ اس پر بہت سے صحابہ وتابعین نے عمل کیا ہے اور بعد میں فقہاء نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔[۳]

۲:۔ اسی طرح احادیث میں مردوں کو ریشم کے استعمال سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ بیماری میں اس کے استعمال کی اجازت بھی ملتی ہے، چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ اور حضرت زبیرؓ کو خارش ہوگئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الخاتم بحوالہ ترمذی، ابوداؤد نسائی [۲] طحاوی، شرح معانی الآثار [۳] اس پر میں نے تفصیل سے اپنے ایک مضمون "اسلام اور سامان تعیش" میں بحث کی ہے، ملاحظہ ہو ماہنامہ برہان جولائی ۱۹۷۸ء

ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت عطا فرمائی [1]

اسی بنا پر فقہائے لکھا ہے کہ خارش ہو یا اور کوئی ایسی تکلیف جس میں ریشم کے استعمال سے آرام ملتا ہو تو اس کا استعمال کیا جا سکتا ہے [2]

علامہ ابن رشد کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو بیماری میں محرمات کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں [3]

ان احادیث و آثار کا اصلاً تعلق بیماری میں جسم کے اوپر کسی ممنوع چیز کے استعمال سے ہے لیکن ان سے ضمناً یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے کہ حرام اور ناپاک چیزیں بطور علاج کھانے پینے کے لئے بھی استعمال ہو سکتی ہیں، ذیل کی حدیث سے صراحتاً اس کی تائید ہوتی ہے۔

۳۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ قبیلہ عُرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ... مدینہ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلمان ہو گئے، انھوں نے مدینہ ہی میں قیام کیا لیکن وہاں کی آب و ہوا ان کو سازگار نہیں ہوئی اور وہ بیمار پڑ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر ایک چراگاہ میں جہاں صدقہ کے اونٹ تھے بھیج دیا۔ اور فرمایا کہ وہ وہاں رہ کر اونٹوں کا دودھ اور پیشاب استعمال کریں، چنانچہ انھوں نے اس پر عمل کیا اور صحت یاب ہو گئے [4]

---

[1] بخاری، کتاب اللباس، باب ما یرخص الرجال من الحریر، مسلم، کتاب اللباس والزینۃ

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو برہان جنوری ۱۹۷۹ء مضمون اسلام اور سامان تعیش

[3] بدایۃ المجتہد ۱/۴۶۱

[4] بخاری، کتاب الوضوء، باب ابوال الابل والدواب والغنم، مسلم، کتاب المحاربۃ باب حکم المحاربین والمرتدین۔